بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشكلة القدح في العلماء

علماء کی عیب جوئی اور مذمت کی مشکلیں

از شیخ عبد السلام بن برجس رحمہ اللہ

درس کا اختصار مع اردو ترجمہ: ابو مریم اعجاز احمد

اس مشکل اور مصیبت میں بڑا ہاتھ ان استعماریوں [وہ لوگ جو مغربی دنیا سے آکر مسلم ممالک میں بسے ان] کا ہے جنہوں نے مسلمانوں کی صفوں میں اس [فتنے] کو ڈالا تاکہ [عام] مسلمانوں کا تعلق علماء سے کاٹ دیا جائے۔ اس تعلق کو کاٹنا ان کا دین سے تعلق کاٹنا ہے کیونکہ علماء ہی وہ مصدر و منبع ہیں جو اس زمانے میں ہمیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی شریعت بیان کر رہے ہیں۔

اس میں کوئی تعجب نہیں کہ ان استعماریوں کی اولاد جیسے سیکیولر، کمیونسٹ اور بعثی، علماء کی مذمت کرتے آئے ہیں، مگر تعجب تو اس بات کا ہے کہ جو حزبی جماعتیں اپنی نسبت اسلام کی طرف کرتی ہیں وہ؛ افسوس ہے کہ اب علماء کی مذمت کا علمبردار بن گئی ہیں اور ان کو کم تر سمجھتی ہیں۔ کبھی تو یہ [علماء پر] الزام لگاتی ہیں کہ یہ ملک کے عملاء یا کارکن ہیں اور کبھی یہ کہتی ہیں کہ یہ سرکاری علماء ہیں اور انہیں کے حق میں فیصلے تیار کئے جاتے ہیں اور بعض دوسرے یہ کہتے ہیں کہ یہ حیض و نفاس کے علماء ہیں۔۔۔ اور اسی طرح اور بھی۔

ایسے لوگ جو علماء پر تنقید کرتے ہیں وہ ان دو میں سے ایک ہوتے ہیں:

یا تو یہ خود غرض شخص ہے جس کا کوئی برا مقصد ہوتا ہے

یا تو یہ دھوکہ دیا گیا شخص ہے جو فریب میں مبتلا ہو چکا ہے جس کے لئے باطل کو حق کے قالب میں پیش کیا گیا ہو اور وہ اسے (دھوکے میں) حق سمجھ بیٹھا ہو۔

جن شبہات سے ایسے لوگ دھوکا کھاتے ہیں انہیں علماء سے جوڑ دیا جاتا ہے جیسا کہ یہ جھوٹ جس کا پردہ فاش ہم کرینگے، لیکن (اس کے ساتھ) میں دو چیزیں بیان کر دوں تاکہ شاید اس افتراپردازی جو لوگوں کے ذہن میں بیٹھ گئی ہے اس کا ازالہ ہو سکے۔

پہلی بات یہ کہ علماء اپنے تصرفات کو کتاب و سنت اور معتبر شرعی مصلحتوں کے دائرے تک ہی محدود رکھتے ہیں، جبکہ حزبی جماعتیں ایک بار میں اسلامی جوش و جذبے لے کر محض عقل دوڑاتی ہیں اور اپنے منہج کی راست بازی تلاش

کرنے کے لئے شریعت سے دلیل تلاش کرتی ہیں۔ تو (ان کا) اصل جوشیلا اور جزباتی منہج ہے یا جسے یہ 'اسلامی شعور' کا نام بھی دیتے ہیں، پھر اس کو ثابت کرنے کے لئے نصوص کو توڑ مروڑ کر یا جو ہمارے سلف صالحین کی سمجھ سے پرے ہو اسے (دلیل کے طور پر) لاتے ہیں۔

مثال کے طور پر: علماء یہ سمجھتے ہیں کہ ولی الامر (حکمران) کو نصیحت نبوی طریقے پر کی جانی چاہیئے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے جسے ابن ابی عاصم نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

من أراد أن ينصح لذي سلطان فلا يبده علانية ولاكن يأخذ بيده فيخلوا به فإن قبل منه فذاك و إلا كان قد أدى الذي عليه

یعنی جو چاہتا ہے کہ وہ حکمران کو نصیحت کرے تو اسے علانیہ (نصیحت) نہ کرے بلکہ وہ اس کے ہاتھ کو تھام لے اور اس سے خلوت اختیار کر لے۔ اگر وہ اس سے (نصیحت) قبول کر لیتا ہے تو یہی مقصود تھا اور اگر نہ (قبول) کرے تو اس نے اس چیز کو ادا کر دیا جو اس کے اوپر (ذمہ) تھا[1]۔

ائمہ دعوۃ رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں جیسا کہ الدرر السنیۃ میں ہے: اگر کسی نافرمانی یا مخالفت میں حکمران پڑ جائیں جس سے ان کا کفر یا اسلام سے خارج ہونا لازم نہیں آتا تو ان کو شرعی طریقے سے نرمی کے ساتھ نصیحت کرنا لازم ہے۔ اور یہ سلف صالحین کے طریقے کی پیروی کرتے ہوئے نصیحت لوگوں کی مجلسوں اور مجمع میں نہ کرے اور یہ اعتقاد نہ رکھے کے ایسا کرنا انکار منکر میں سے ہے جو بندوں پر واجب ہے کیونکہ ایسا سمجھنا سخت غلطی اور کھلی جہالت ہے۔ اور اس طرح اس غلطی کو بیان کرنے والا نہیں جانتا کہ اس کے نتیجے میں اور کتنے زیادہ مفاسد دین و دنیا مین در پیش آئینگے، جو صرف وہی شخص جان سکتا ہے جس کے دل کو اللہ نے [علم کے] نور سے روشن کیا ہو گا اور وہ سلف اور ائمہ دین کے طریقے سے واقف ہو گا۔

تو اس چیز سے یہ بات واضح ہو گئی کہ علماء پر ڈھیلے پن یا انکار نہ کرنے کا جو الزام لگایا جاتا ہے وہ باطل ہے کیونکہ جو لوگ انکی تنقید کرتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا انکار منبرون سے لوگوں کے سامنے کرنا واجب ہے۔

---

[1] اسے امام احمد نے مسند میں (۱۵۳۳۳) اور ابن ابی عاصم نے السنۃ (۹۰۹) میں روایت کیا ہے اور علامہ البانی نے ظلال الجنۃ (۱۰۹۶) میں صحیح قرار دیا ہے۔

شارع نے [شریعت میں] اس نظریہ کو اوپر بیان کئے گئے واضح اور صریح نص کے مدِ نظر تسلیم نہیں کیا ہے۔ اور ایسے ہی واضح و صریح نص کی پیروی علماء کرتے ہیں اور اپنی نصیحت کو سری طور پر رکھتے ہیں اور اسی لئے [بہت سارے] نوجوان مشتعل ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علماء کچھ نہیں بولتے اور نہ علماء انکار کرتے ہیں۔

اسی طرح کا کچھ معاملہ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا تھا جب کچھ تابعین اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: کیا تم اس شخص (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ) کے پاس نہیں جاتے اور ان سے بات کرتے ہو۔ تو انہوں نے کہا: تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میں ان سے بات نہیں کرتا الا یہ کہ جب میں تمہیں ان سے بات کرکے سناوں! اللہ کی قسم! میں ان سے تنہائی میں بات کرتا ہوں اس طرح کہ میں سب سے پہلے (فتنے اور) فساد کا دروازہ نہ کھولوں[1]۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سعید ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے حکمران کو نصیحت کرنے کے تعلق سے پوچھا تو انہوں نے کہا: اگر تمہیں انہیں نصیحت کرنا ہی ہے تو اپنے اور انکے بیچ (تنہائی) میں کرو[2]۔

تو یہ ایک شکل ہے جس سے اس غلط فہمی کا ازالہ ہو سکتا ہے جو لوگوں کے ذہن میں بیٹھ چکی ہے۔

دوسری بات یہ جس سے شاید ان لوگوں کے ذہن میں بیٹھی غلط فہمی دور ہو جن کے اندر ہم ان شاء اللہ خیر دیکھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ علماء رحمہم اللہ انکارِ منکر اور تغیرِ منکر (منکر کو بدلنے) کو لازم ملزوم اور جڑے ہوئے نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ اگر علماء حکمرانوں کے اندر منکرات کا انکار کرتے ہیں تو ضروری نہیں کہ اس منکر کو بدلیں کیونکہ جب انہوں نے ان کے منکر کا انکار کر دیا تو وہ بری الذمہ ہو گئے۔ اس کا بدلنا ان کے بس میں نہیں ہے۔ دوسرے لفظ میں یہ کہ علماء حکم دیتے ہیں نہ کہ شرعی یا قدری طور پر منکر کو بدلنے پر اختیار رکھتے ہیں۔ تنفیذ مسلمان حکمران کے وجود سے جڑی ہے۔

لیکن وہ جماعتیں جو اس طرح کے فتنے اور فساد مشتعل کرتی ہیں، وہ علماء کے اوپر جھوٹ چسپاں کرتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ انکارِ منکر اور تغیرِ منکر دونوں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ تو وہ یہ بار بار کہتے ہیں کہ ہم نے انکار پر انکار کیا لیکن کوئی تغیر اور بدلاؤ نہیں آیا۔ اور یہ غلطی ہے۔

---

[1] مزید دیکھئے: صحیح البخاری: ۳۲٦۷ اور مسلم: ۲۹۸۹

[2] جامع العلوم والحکم ج ۱ ص ۸۲

اس حدیث پر غور کرو جو صحیح مسلم میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ، فَتَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ، فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ، وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ، وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ» ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: «لَا، مَا صَلَّوْا

کہ تم پر ایسے امیر مقرر کئے جائینگے جن کے تم اچھے کام بھی دیکھوگے اور برے بھی۔ تو جس نے بھی برا کام کو ناپسند کیا وہ بری ہوا اور جس نے انکار کیا وہ بھی سلامت ہو گیا مگر جو راضی ہو گیا اور اس کی پیروی کی۔ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا ہم ان کے ساتھ جنگ نہ کریں؟ فرمایا: نہیں! جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں[1]۔

اور جیسا کہ پہلے گزرا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ: اگر وہ اس سے (نصیحت) قبول کر لیتا ہے تو یہی مقصود تھا اور اگر نہ (قبول) کرے تو اس نے اس چیز کو ادا کر دیا جو اس کے اوپر (ذمہ) تھا۔

تو یہ ہے ہمارے علماء رحمۃ اللہ علیہم کا نظریہ ان جیسے مسائل میں۔ تو جو بھی ان کی مذمت کرتا ہے اور ان پر لاپرواہی اور ڈھیلے ہونے اور کم علم ہونے کا الزام لگاتا ہے تو وہ شرعی احکام اور نبوی فرمان کے تعلق سے جاہل ہے۔ بھائیوں! علماء پر اس طرح الزام تراشی بہت بھیانک جرم ہے اور اللہ کے راستے سے روکنا ہے۔

ائمہ دعوۃ رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں جیسا کہ الدرر السنیۃ میں ہے: 'بعض دینداری اختیار کرنے والوں میں جو بات شیطان ڈالتا ہے وہ مسلمان علماء کے اوپر لاپرواہی اور ڈھیلے ہونے کی الزام تراشی ہے، ان سے بدگمانی کرنا اور ان سے علم نہ لینا۔ اور یہ سبب ہے ان کا علم نافع سے محروم رہنے کا'[2]۔

عجیب بات یہ ہے کہ بعض لوگ علماء کی مذمت اس طور سے کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کے لئے سیاسی معاملوں کی وضاحت نہیں کرتے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں: 'عالم کی کیا قیمت ہے جب وہ لوگوں کے لئے سیاسی مسائل کو بیان نہ کرے جو سب سے اہم ترین مسئلہ ہے جسے لوگوں کو جاننے کی ضرورت ہے اور جس کا تعلق امت کی مصلحت سے ہے'۔

---

[1] مسلم: ۱۸۵۴

[2] الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ (ج۹ ص ۱۳۳)

تو اس طرح کی بات کرنے والے نے علماء کی مذمت نہیں کی کیونکہ علماء پہلے ہی اس شرعی سیاست کے تعلق سے جسے شریعت لے کر آئی ہے لکھ چکے ہیں اور پڑھاتے ہیں اور اس کی وضاحت کر چکے ہیں اور یہ ان سے شرعا مطلوب بھی ہے۔ لیکن اگر ایسے شخص کی مراد سیاسی خبریں بیان کرنے کی ہے جیسے کسی مقام پر جنگ کا چھڑ جانا یا کابل' جیسے شہر کا کمیونسٹوں کے ہاتھ سے مشرکین کے ہاتھ چلے جانا یا فلاں فلاں شخص کو حراست میں یا جیل چلے جانا، تو یہ علماء کا کام نہیں ہے۔ بلکہ ان سے مطالبہ اس بات کا کیا جاتا ہے کہ وہ ہر طرح کے مسائل میں شرعی احکام بیان کریں جس کی ضرورت معاشرے کو پیش آتی ہے۔ اسی لئے کیا تم نے دیکھا امام احمد کو یا ابن تیمیہ یا ابن القیم یا ابن عبد الوہاب کو کہ کیا وہ اس طرح کے سیاسی مسئلے میں باتیں کرتے تھے جیسے آج سیاسی لوگ سودان یا بوسنیہ کے بارے میں باتین کر رہے ہیں؟ نہیں! کیونکہ یہ ولی الامر یا وہ جسے وہ نائب بنائے ان کا کام ہے۔ بلکہ علماء ان مسائل میں غور وخوض نہیں کرتے بلکہ لوگوں کو جہاد پر اور اللہ کے راہ میں خرچ کرنے کی رغبت دلاتے ہیں۔ اور یہ کہ علماء خبری ایجنسیاں ہوں تو وہ اس سے بالاتر ہیں۔

ہمارے علماء رحمہم اللہ اور ان میں سے زندوں کی اللہ حفاظت کرے ملک کے شرعی ہونے کو مانتے ہیں اور اس کے [حکمران کے] لئے سننے اور فرمانبر داری کو واجب مانتے ہیں، اور جب وہ ایسے ہوں تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیزیں حکمرانوں کے حقوق میں سے ہیں جس میں وہ ان سے اس میں دخل اندازی نہیں کرتے۔ اور جو ان مسائل میں پڑ کر علماء کی ان مسائل پر تنقید کرتا ہے اگر وہ ان مسائل میں بات نہ کریں اور ان مسائل کو وہ ضروری علم سے جوڑتا ہے تو ایسا شخص فتنہ زدہ اور خود غرض یا جاہل اور لاپرواہ ہے۔

علماء کی سب سے بری طرح مذمت ان کا مذاق اڑانا ہے اور یہ کہنا کہ یہ حیض ونفاس والے عالم ہیں۔ ہاں! وللہ الحمد! یہ علماء ان دو عظیم باب کے تعلق سے سمجھ رکھتے ہیں جن کے اوپر بہت سارے عبادات اور معاملات جن میں نکاح اور طلاق اور بہت سارے امور ہیں مبنی ہیں جن کو جاننے کی ضرورت لوگوں کو کھانے اور پینے سے زیادہ ہوتی ہے چہ جائے کہ افغانستان کی جنگ اور سودانی حکومت کے بارے میں جاننے کی ضرورت ہو۔ اور اگر ایسے لوگوں سے حیض و نفاس کے باب میں کچھ پوچھا جائے تو ان کی زبان گونگی ہو جائے گی اور وہ ان مسائل میں بات نہین کر سکیں گے، تو یہ کیسے امت کے مسائل میں بات کر سکتے ہیں؟ یہ تو عین جہالت ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ علماء کے لئے اکثر اسلامی ملکوں میں دو مسئلے ہیں۔ ایک تو رمضان کا مہینہ کے آنے اور جانے کا اعلان اور دوسرا زیادتی کرنے والوں پر حملہ بولنا۔

ہاں! وللہ الحمد ۔ یہ تعریف ہے نہ کہ عیب۔ تو یہ روزے کے مہینے کے آنے کا اہتمام کرتے ہیں جو کہ اسلام کا چوتھا رکن ہے تا کہ مسلمان روزے کی فرضیت میں ایک دو دن آگے پیچھے نہ ہو جائیں۔

اور اسی طرح وہ زیادتی کرنے والوں پر حملے کرتے ہیں کیونکہ زیادتی شرعا اور عقلا مذموم ہے۔ تو جب ایک زیادتی کرنے والے شخص [سید قطب] نے 'معالم فی الطریق' نامی کتاب لکھی تو علماء نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور اس کی زیادتی بیان کی کہ وہ کس طرح خوارج کے فکر پر ہے۔ اور ان میں سے مفتی الاظہر اور اس وقت کے شیخِ مصر شیخ حسن مامون اور شیخ عبد اللطیف السبکی اور شیخ محمد المدنی وغیرہ تھے جنہوں نے اپنے فتووں سے اس شخص کی جہالت، اس کی غلطی اور اس کی گمراہی بیان کی۔ تو یہ علماء کی فضیلت ہے نہ کہ ان کی عیب یا تنقیص۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ملک میں علماء کا دعوت الی اللہ میں ایک اہم کردار رہا ہے۔ جیسے 'نور علی الدرب' [ریڈیو پروگرام] جسے مشرق و مغرب میں مسلمان سنتے ہیں جس میں [علماء] عبادات اور معاملات کے دینی احکام بیان کرتے ہیں۔ اور مساجد میں علماء کے دروس جن کی کثرتِ تعداد گنی نہیں جا سکتی اور اسی طرح دعوتی مراکز جو ہر جگہ موجود ہیں۔ اور اسی طرح حج کے امور کے لئے اور کبار علماء کی کمیٹی اور امر بامعروف اور نہی عن المنکر کا ادارہ، اور مجلسِ قضاء یہ سب اپنی اپنی جگہ حسبِ استطاعت اللہ کی طرف بلانے کا کام کر رہی ہیں۔ ہم اللہ سے ان کے لئے مزید توفیق اور راستگی کی دعا کرتے ہیں۔

آخر میں میں ابو قاسم ابن عساکر کا قول نقل کرتا ہوں جسے نووی نے مقدمۃ المجموع میں ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: جان لو اے میرے بھائی! اللہ مجھے اور تجھے اپنی رضا کی توفیق دے اور ہمیں ان میں سے بنائے جو اس سے ڈرتے اور اس کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں جیسا کہ اس کا حق ہے کہ: 'علماء کے گوشت زہریلے ہوتے ہیں اور اللہ کی عادت ان کی تنقیص کرنے والوں کے بارے میں معلوم ہے، اور جو اپنی زبان کو علماء کے بارے میں مذمت اور برائی کے لئے لگائے گا، اللہ اس کو اس کی موت سے پہلے دل کی موت میں مبتلا کر دیگا'[1] ۔ (ابن عساکر رحمہ اللہ کا کلام ختم ہوا)

یہ رسالہ شیخ عبد السلام بن برجس رحمہ اللہ کے محاضرے بعنوان من هم العلماء کی تفریغ کا مع اختصار اردو ترجمہ ہے۔ دیکھئے کتاب من هم العلماء صفحہ ۴۵ تا ۵۳۔

---

[1] المجموع للنووی ج ۱ ص ۲۴